سماجی اور اقتصادی انصاف
قرآن اور نہج البلاغہ کی روشنی میں

پروفیسر شاہ محمد وسیم، شعبہ کامرس
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ

اس استفسار پر کہ موجودہ زمانے میں مصیبتوں اور صعوبتوں کی اصل وجہ کیا ہے، جواب دینے والا بہت کچھ اور کچھ بھی کہہ سکتا ہے۔ لیکن اگر اس سے کہا جائے کہ ان تمام تر وجوہات کو جو زمانہ کی پریشانیوں اور بدحالیوں کے عوامل ہیں، صرف ایک اور ایک لفظ میں بیان کردے تو وہ اعتماد اور یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے "ناانصافی" کیونکہ یہ عدل کا مفقود ہونا ہی ہے، چاہے وہ "جزوی" طور پر ہو یا "کلی" طور پر، جس کی وجہ سے بے اطمینانی کی فضا پیدا ہوتی ہے اور افکار واقدامات مجروح ہوتے چلے جاتے ہیں اور نتیجتاً وہ تصورات اور اعمال ظہور پذیر ہوتے ہیں جو خود بھی عدل وانصاف سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں اور عمل اور رد عمل کا ایسا سلسلہ وجود میں آتا ہے کہ جن کی زد پر قصوروار اور بے قصور دونوں ہی ہوتے ہیں۔ حالات بد سے بدتر اس وقت اور بھی ہو جاتے ہیں جب یہ بدعنوانیاں چاہے۔ بظاہر وہ کتنی ہی کم نظر آئیں، مرکز اور حکام بالا کے ہاتھوں سرزد ہوتی ہیں۔ کیونکہ ایسی صورت میں مرکز سے جتنی دوری بڑھتی جاتی ہے۔ بدعنوانیوں اور ناانصافیوں کا جال پھیلتا چلا جاتا ہے۔

مسائل سے دو چار اس عصر جدید میں انسانی تعلقات میں کشیدگی اور الجھنوں کے

مد نظر، جب بہتری کیساتھ ساتھ حق اور حق کو جاننے کے لئے انسانی حقوق کی بات کی جاتی ہے تو اکثر لوگ پریشان اور لاجواب سے نظر آتے ہیں لیکن اگر ہم تعصب سے قطع نظر ان شخصیتوں کی عظمت ان کے اقدامات اور ان کی زندگی پر نظر کریں جنہوں نے حق کو قائم اور دائم رکھا اور عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے سنائے وہ لوگ جو اپنے بعد آنے والوں کے لئے سرمایۂ عقل و فہم چھوڑ گئے، تو اقتصادی اور سماجی استحکام وجود میں آسکتا ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ایک متلاشی حق، ان کے اقدامات اور اقوال پر غور کرے۔ وہ جو نمونۂ عمل ہیں اور الوہی اقدار کے سچے علمبردار!

یہ بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ یہ انصاف پرور حکومت اور اس کے اقدامات عدل و انصاف ہی ہیں جو عوام کے اعتماد اور بھروسہ کو حاصل کرسکتے ہیں۔ قرآنی احکامات ' احادیث نبوی اور آئمہ معصومینؑ کی زندگی اور ان کے اقوال اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ حکمرانوں کو ایک مثالی زندگی کا حامل ہونا چاہئے تاکہ محروم افراد (Have-nots) اور وہ کہ جو انصاف کے طلبگار ہیں، ان کی زندگی اور اقدامات کو نمونۂ عمل جان کر خود اپنی زندگیوں کو بہتر بنانے کے لئے کوشاں نظر آئیں۔ اس طرح سارا معاشرہ ترقی کرتا ہوا ایک باضابطہ نظام حیات کو پاسکتا ہے۔ یہاں یہ بھی بیان کردینا مناسب ہوگا کہ کوئی بھی طرز زندگی اور نظام حیات مستحکم اور ترقی پزیر ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ عدل و انصاف کی ٹھوس بنیادوں پر قائم نہ کیا جاوے۔

قرآن اور نہج البلاغہ کی رو سے اقتصادی اور سماجی انصاف پر کچھ لکھنے سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام اور سوشلزم پر مبنی معیشتوں کا ذکر کردیا جائے کہ "... دونوں طرح کے سماجوں (سرمایہ دارانہ اور سوشلسٹ نظام) کی اساسی

خاصیتیں اسلامی معاشرہ پر لاگو نہیں ہوتیں کیونکہ اسلامی معاشرہ سرمایہ دارانہ نظام کے اس نظریہ سے متفق نہیں ہے کہ (صرف) نجی ملکیت ہی اصل اصول ہے، نہ سوشلزم کے اس نظریہ سے کہ مشترکہ ملکیت ہی عام اصول ہے۔ اس کے برعکس وہ (اسلامی نظام) ایک ہی وقت میں ملکیت کے مختلف النوع طریقوں کو منظوری دیتا ہے اور اس طرح وہ ملکیت کے متعدد طریقوں کو وضع کرتا ہے"[1] "اسلامی معیشت کا دوسرا جزو افراد کو اقتصادی سطح پر محدود آزادی عطا کرتا ہے، جو روحانیت اور کردار کے ان اصولوں کے دائرے میں ہوں جن پر اسلام کا اعتقاد ہے۔"

"ان جزویات میں بھی ہم اسلامی معیشت کے مقابلے میں سرمایہ دارانہ نظام اور سوشلزم میں نمایاں فرق پاتے ہیں۔" جبکہ سرمایہ دارانہ معیشت کے تحت افراد لامحدود آزادی پاتے ہیں اور اس کے برعکس سوشلسٹ معیشت سب کی آزادی سلب کرلیتی ہے۔ اسلام ایک ایسا رویہ اپناتا ہے جو اس کی عام روش سے مطابقت رکھتا ہے۔ اس طرح یہ اسلام افراد کو آزادانہ اقدامات کی اجازت ان اقدار اور اصولوں کی حدود کے تحت عطا کرتا ہے، جو ان کی تربیت کے ساتھ ساتھ [ایک ایسی] آزادی عطا کرتا ہے جو [وقت کے ساتھ ساتھ] اور بھی بڑھتی اور چمکتی رہے تاکہ یہ [آزادی] تمام انسانیت [کی فلاح و بہبود] کے لئے ایک بہترین وسیلہ بن جائے۔"[2]

اسلامی معیشت کا تیسرا اصول 'باہمی ذمہ داری اور سماجی انصاف' کا ہے۔ "سماجی انصاف کی پہچان دو عام اصولوں کو سموئے ہوئے ہے [ان میں سے] ہر ایک کا اپنا اپنا طریقہ اور منفرد انداز ہے۔ ان کا پہلا [اصول] ہے عام باہمی ذمہ داری کا اصول اور دوسرا ہے سماجی توازن کا اصول ۔ اصلاً منصفانہ سماجی اقدار اسلام کے نظریۂ باہمی ذمہ داری اور توازن

کے اصول کے تحت حاصل ہوتے ہیں۔ انہیں میں سماجی انصاف کا اسلامی معیار حاصل ہوتا ہے۔۔۔ایک بہترین انسانی معاشرہ کی نشو نما میں اسلام نے اپنے تابناک تاریخی تجربہ کے وقت جو اقدامات کیے وہ اس کے اپنے نظام معیشت کے اصولوں کے عین مطابق، واضح اور عیاں تھے۔"[۳]

اسلام کی وابستگی انسان [کی زندگی] کے نفسیاتی جزو سے بالکل ظاہر اور عیاں ہے کیونکہ اسلام "ان [انسانوں] کی روحانی اور دانشورانہ نشوونما کو نتائج اور نظریات سے ہم آہنگ بنانا چاہتا ہے۔"

اس طرح اسلام ایک منصفانہ سماجی اور اقتصادی نظام کی تشکیل کرتا ہے۔ [ایسا نظام] جس میں "۔۔۔زور وز بردستی کی صورت حال کا وجود نہیں ہوتا [جہاں] امیر غریبوں سے سخت گیر لہجہ میں گفتگو نہیں کر سکتے۔ [اور] انہیں کم اجرت پر کام کرنے کے لئے مجبور نہیں کر سکتے۔ مستضعفین کو مستحکم کرنا چاہئے اور ان [کی حالت] کو بدلنا چاہئے۔"[۴]

انسان کو اللہ نے خلق کیا ہے لہٰذا اسے باہمی زندگی MUTUAL EXISTENCE کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے، اسی کے بندے کی طرح زندگی گذارنا چاہئے ۔ صرف بقائے باہم [CO-EXISTENCE] ہی کافی نہیں ہے۔ اس طرح ہمیں حق وانصاف امن اور اماں کے معیاری اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک بامقصد زندگی گزارنے کی ترغیب ملے گی۔ ہمیں صرف اپنے تئیں ہی ایماندار نہیں رہنا بلکہ دوسروں کے ساتھ بھی منصفانہ طور سے پیش آنا چاہئے ، ہر ایک کے ساتھ انصاف کرنا چاہئے۔ اپنے دوستوں اور دشمنوں کے ساتھ یکساں طور سے۔ حدیث پیغمبرؐ کی رو سے لوگ مثل کنگھی کے دانے کے ہیں [الناس کالانسان المثط] لہٰذا ہم سب کو ایک

دوسرے سے مل جل کر امن وامان کے ساتھ زندگی گذارنا چاہئے۔ اللہ نے انسان کو روئے زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے[انی جاعمل فی الارض خلیفة]اس لئے اس دنیا کے تمام وسائل بھی اس کے تصرف کے لئے خلق کئے گئے ہیں۔ اسی لئے اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام چیزوں کو جو اس کے زیر نگیں ہوں یا اس کے قبضے میں ہوں، ایک متولی[Trustee]اور نگراں کی نظر سے دیکھے اور ان کی حفاظت کرے کیونکہ ان تمام چیزوں کا خالق تو اللہ ہے۔ وہی حاکم اعلیٰ ہے۔ اس اصول کے تحت ہمارے آپسی تعلقات بامقصد زندگی کے اصول زرین پر مبنی ہونا چاہئے نہ کہ ناانصافی اور استحصال کے مقاصد کے تحت۔ ہمیں عدل وانصاف کو بروئے کار لانا چاہئے تاکہ امن وامان کا بول بالا ہو اور سب کو عزت وعافیت کی زندگی جینے کا حق ملے۔ ہمیں ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہئے کہ یہ دنیا تو ایک غیر مستقل منزل حیات ہے۔ آخری آرامگاہ تو بس وہ جگہ ہوگی جو مابعد حیات دنیا ہوگی۔ جہاں ہر ہر فرد کو اپنی زندگی اور اساسہ کا حساب دینا ہوگا۔ انہیں کیسے حاصل کیا گیا اور کس طرح مصرف میں لایا گیا؟

حدیث میں وارد ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے[الدنیا مزرعة الا خره اس دنیا میں باہم حقوق کی پائمالی روکنے اور حق اور سچ کا بول بالا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم خود اپنے ساتھ دیانتدار رہیں اور دوسروں کے ساتھ بھی، چاہئے وہ دوست ہوں یا دشمن۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہمارے اطراف میں بسنے والے سبھی عدل وانصاف کے مستحق ہیں۔ قرآن بنی نوع انسان کی رہبری مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتا ہے۔[۵]

یایھالذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء لله ولوعلی انفسکم اوالوالدین والا قربین ج ان یکن غنیا او فقیرا فالله اولیٰ بھما (قف) فلا

تتبعوا الهوای ان تعدلوا وان تلووا او تعرضوا فان الله کان بما تعملون خبیراً۔"

[اے ایمان لانے والو! مضبوطی کے ساتھ انصاف پر قائم رہو اور خدا لگتی گواہی دو اگر چہ [یہ گواہی] خود تمہارے یا تمہارے ماں باپ یا قرابتداروں کے لئے مضر [ہی کیوں] نہ ہو۔ خواہ مالدار ہو یا محتاج [کیوں کہ] خدا تو تمہارے بہ نسبت ان پر زیادہ مہرباں ہے تم تو [حق سے] کترانے میں خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرو اور گھما پھرا کے گواہی دو گے یا بالکل انکار کرو گے تو یاد رہے جیسی کرنی ویسی بھرنی [کیونکہ] جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے خوب واقف ہے]

اسی عدل وانصاف کو بروئے کار لاتے ہوئے ہمیں دنیا میں جینا چاہئے اور اکل حلال کماتے ہوئے آخرت کے گھر کی تمنا کرنا چاہئے۔ ارشاد قرآنی ہے ؎

وابتغ فیما اٰتك الله الدار الاخرة ولاتنس نصیبك من الدنیا واحسن كما احسن الله الیك ولاتبغ الفساد فی الارض ان الله لا یحب المفسدین۔

[اور جو کچھ خدا نے تجھے دے رکھا ہے اس میں آخرت کے گھر کی بھی جستجو کر اور دنیا سے جس قدر تیرا حصہ ہے، مت بھول جا اور جس طرح خدا نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی اوروں کے ساتھ احسان کر۔ اور روئے زمین میں فساد کا خواہاں نہ ہو، اس میں شک نہیں کہ خدا فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا]

مندرجہ بالا آیات بنی نوع انسان کو روشن خیال اور انصاف پرور بنے رہنے کا درس دیتی ہیں کیونکہ اللہ مفسدین کو دوست نہیں رکھتا۔

حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا ہے "مبارک ہیں وہ لوگ جن کا نفس مطیع ہو گیا جن کا عمل نیک ہے اور باطن پاک ہے، ان کا نتیجہ اچھا ہے اور جنہوں نے اپنے مال کا بقیہ حصہ [راہ خدا میں] صرف کیا، زبان سے شرف حاصل کیا، اپنے نقصان کو لوگوں [تک پہونچنے] سے روک لیا [یعنی کسی کو نقصان نہیں پہونچایا] سنت [نبیؐ] دشوار نہ سمجھی اور بدعت سے رشتہ نہ جوڑا۔" ۷

اس طرح یہ سمجھنا مشکل نہ ہوگا کہ اسلام عدل وانصاف پر زور دیتا ہے اور الوہی اقدار پر مبنی عادلانہ نظام کی تشکیل کرتا ہے۔ وہ لوگ جو عدل و انصاف کا حکم دیتے ہیں، ان کے لئے حضرت علیؑ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے:

"...کچھ اہل ذکر ہوتے ہیں جنہوں نے یاد الٰہی کو دنیا کے بدلے میں لے لیا۔ انہیں نہ تجارت اس سے غافل رکھتی ہے نہ خرید و فروخت، اسی کے ساتھ [یہ لوگ] زندگی کے دن بسر کرتے ہیں اور محرمات الٰہیہ سے متنبہ کرنے والی آوازوں کے ساتھ غفلت شعاروں کے کانوں میں پکارتے ہیں۔ عدل وانصاف کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں۔ برائیوں سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے باز رہتے ہیں۔ گویا کہ انہوں نے دنیا میں رہتے ہوئے آخرت تک منزل کو طے کر لیا...." ۸

مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں جسے نہج البلاغہ سے اخذ کیا گیا ہے، ان انسانوں کا اور ان کے اچھے اور پاکیزہ اقدامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خوف خدا دل میں رکھتے ہیں اور راسخ العقیدہ افراد ہیں کیونکہ اگر عقیدہ اور عمل میں تال میل نہ ہو تو انسان ظلم واستبداد دھوکہ دھڑی کا مرتکب ہو کر سماجی اور اقتصادی عدل کے تقاضوں کی اندیکھی کرنے لگے گا۔

قرآن کریم انسانوں کو استحصال کرنے اور استحصالی قوتوں کے آگے سرنگوں ہونے سے منع کرتا ہے چاہے یہ علم اور پیشہ ورانہ مہارت ہی کی وجہ سے کیوں نہ ہوں۔ کیوں کہ یہ تمام خصوصیات تو انسان کو خالق ہی نے عطا کیے ہیں اس لئے ہر ایک کو خلق خدا کے ساتھ صلہ رحم سے پیش آنا چاہئے اور ترقی اور کامیابی کی نئی منزلوں کو سر کرنے پر خدا کے سامنے سرنگوں ہونا چاہئے، سجدہ شکر کرنا چاہئے۔ یہ خیال دل میں ہرگز ہرگز نہ گزرنے پائے کہ جو کچھ حاصل ہو رہا ہے وہ صرف اس کی ذات کی وجہ سے ہے کیونکہ قرآن میں حضرت موسیٰ کے زمانے میں قارون کا ذکر موجود ہے9

قال انما اوتیته علیٰ علم عندی اولم یعلم ان اللّٰہ قد اهلك من قبله من القرون من هو اشد منه قوة واکثر جمعاً۔ولا یسئل عن ذنوبهم المجرمون۔

[تو قارون] کہنے لگا کہ یہ [مال و دولت] تو مجھے اپنے علم [کیمیا] کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ کیا قارون نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ اللہ اس سے پہلے ان لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے جو اس سے قوت اور جمعیت میں کہیں بڑھ چڑھ کے تھے اور گنہگاروں سے (ان کی سزا کے وقت) ان کے گناہوں کی پوچھ گچھ نہیں ہوا کرتی]

ان امیر لوگوں کو جنہیں اللہ نے جسمانی اور ذہنی قوتوں سے مالامال کیا ہے اور جن کے پاس پیشہ ورانہ صلاحیتیں ہیں، اللہ کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ یہ سب لوگ اسی کے کرم کی وجہ سے معاشرہ میں سربلند نظر آتے ہیں اور عزت و اقتدار پاتے ہیں۔ انہیں جائز اور ایماندار روزی کمانے کے ساتھ ساتھ محتاجوں اور قلاشوں کا حق بھی ادا کرتے رہنا چاہئے۔

حضرت علیؑ کا قول 10 انسانوں کی رہبری اس طرح کرتا ہے کہ "یہ محتاج خدا

کے قاصد ہیں جس نے انہیں نہ دیا اس نے خدا کو نہ دیا اور جس نے انہیں دیا اس نے خدا کو دیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نعمتوں پر خدا کا شکر ادا کرنے کے لئے انہیں غریبوں اور ضرورتمندوں کی امداد کر کے ان کے دکھ درد کو باٹنا چاہئے ورنہ وہ اپنی ذمہ داری سے پہلو تہی کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ علامہ اردبیلی نے تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"انہیں اپنے دست نگر افراد کو اپنی دولت میں سے کچھ حصہ دینا چاہئے تاکہ اشیاء [ضرورت] اور لباس میں آقا اور غلام ایک سے ہوں"

ابوذر غفاری کے لئے بیان کیا جاتا ہے کہ پیغمبرؐ سے یہ سننے کے بعد کہ "تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں انہیں وہی لباس عطا کرو جو تم زیب تن کرتے ہو، انہیں وہی سامان دو جو تم خود استعمال کرتے ہو اور انہیں ویسا ہی کھلاؤ جیسا تم خود کھاتے ہو۔" لوگوں نے ان کے اور ان کے غلاموں کے مابین ملبوسات میں کوئی فرق نہیں پایا۔

قرآن کی آیت فبای الآء ربکما تکذّبان [تم اللہ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے] ان لوگوں کے لئے تازیانہ عبرت بھی ہے کہ جو محروم افراد (Have-nots) کو خدا کی دی ہوئی نعمتوں میں سے کچھ عطا نہیں کرتے۔ قرآن اور حدیث درس مساوات دیتے ہیں۔ ابوذر غفاری کے حوالے سے ایک حدیث کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ ایک اور بیان اس حقیقت کو اور واضح کرتا ہے حضرت علیؑ جب بھی لباس خریدتے تھے تو بہتر لباس اپنے غلام قنبر کو عطا کرتے تھے اور خود معمولی لباس اپنے لئے منتخب فرماتے تھے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ احساس غلامی و مفلوک الحالی نہ ہو اور قنبر کو کچھ محسوس نہ ہو۔ ایسے مواقع پر آپ فرماتے تھے کہ قنبر تم جوان ہو تمہیں یہی لباس زیب دیتا ہے۔

یہ کائنات اللہ نے انسان کے لئے خلق کی ہے اور یہ کہ والارض مددنها

والقینا فیھا رواسی وانبتنا فیھا من کل شئی موزون ۔وجعلنالکم فیھا معایش ومن لستم لہ برزقین [اور زمین کو[بھی اپنے مخلوقات کے رہنے سہنے کو] ہم ہی نے پھیلایا اور اس میں [میخ کی طرح] پہاڑوں کے لنگر ڈال دئے اور ہم نے اس میں ہر قسم کی مناسب چیز اگائی اور ہم ہی نے انہیں تمہارے واسطے زندگی کے سازوسامان بنادئے [اور جانوروں کے لئے بھی] جنہیں تم روزی نہیں دیتے۔[۱۱]

نہج البلاغہ میں حضرت علیؑ کے یہ گراں قدر الفاظ ملتے ہیں جو ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے " دنیا سے خدا جو دے دے وہ لے لو] جو [مال] تم سے منہ پھیرے تو تم بھی ادھر نہ دیکھو اور اگر یہ نہ کرو تو کسب معاش میں اچھا راستہ اختیار کرو [جائز و مباح] [۱۲] کیونکہ کوئی شخص بھی استحصال اور ظلم کے ذریعہ نہ تو حقیقی فلاح و بہبود پاسکتا ہے اور نہ ہی ترقی حاصل کرسکتا ہے۔اس امر میں قرآن یہ کہکر انسانوں کی رہبری کرتا ہے کہ:

یایھاالناس کلوا مما فی الارض حللا طیبا ولا تتبعوا خطوات الشیطن ۔انہ لکم عدو مبین۔

اے لوگو!جو کچھ بھی زمین میں ہے اس میں سے حلال وپاکیزہ چیز [شوق سے] کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلووہ تو تمہارا ظاہر بظاہر دشمن ہے] [۱۳]

لہذا ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ اپنے عقائد وافکار اور اقدامات کی روشنی میں ایک بہترین مکمل اور صاف ستھری زندگی گذارنے کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہے۔ جو احکامات پر عمل نہیں کرتے انہیں قرآن کی مندرجہ ذیل آیت پر غوروفکر کرنا چاہئے۔[۱۴]

کلوا من طیبت مارزقنکم ولا تطغوا فیہ فیحل علیکم غضبی ، ومن

یحلل علیه غضبی فقد ھویٰ ۔[ہم نے جو پاک وپاکیزہ روزیاں تمہیں دے رکھی ہیں اس میں سے کھاؤ اور پیو اور اس میں [کسی قسم کی] شرارت نہ کرو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہو جائیگا اور [یاد رکھو] کہ جس پر میرا غضب نازل ہوا تو وہ یقیناً گمراہ و ہلاک ہوا]

اور حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "کسی گھر میں لوٹ [کی ایک اینٹ یا] پتھر ویرانے کے ہاتھ رہن ہے۔ حرام مال کی تعمیر مٹ کے رہے گی۔" [۱۵] اور یہ کہ "ایک حریص شخص اپنے کو ہمیشہ ذلت [ورسوائی] کی زنجیروں میں [جکڑا ہوا] پائے گا۔"

قرآن کریم حکم دیتا ہے کہ [۱۶] "وانفقوا من مارزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولااخرتنی الیٰ اجل قریب ، فاصدق واکن من الصلحین۔

[اور ہم نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں سے [خدا کی راہ میں خرچ کر ڈالو] قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو [اس کی نوبت نہ آئے کہ] کہنے لگے کہ پروردگار تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دی تاکہ خیرات کرتا اور نیکو کاروں میں سے ہو جاتا]

اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ قادر مطلق کے عذاب سے بچنے کے لئے ہر طرح کی خرد برد سے احتراز کیا جائے۔ قرآن حکم دیتا ہے: [۱۷]

یایھاالذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراض منکم۔"

[اے ایمان لانے والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاجایا کرو، لیکن [ہاں] تم لوگوں کی باہمی رضامندی سے تجارت ہو [اور اسی میں ایک دوسرے کا مال ہو تو

کوئی مضائقہ نہیں۔]

ایک حدیث میں پیغمبرؐ آخرالزماں حضرت محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایاہے کہ

"اے لوگو!اللہ نے تم میں سے ہرایک کے لئے گذربسر کے لئے ایک حصہ مقرر فرمایاہے[اور] ہر ایک کواس کا حصہ ملے گااس لئے ہر فرد کو چاہئے کہ وہ اپنی گزربسر کے لئے[روزی کا]حصہ حاصل کرنے کے لئے اچھے اور ایماندارانہ طریقہ کار کواپنائے۔"

اسی طرح حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا ہے کہ

"اللہ نے ہر فرد پر یہ ذمہ داری عائد کردی ہے کہ وہ اپنے[نیک] مقاصد کے حصول کے لئے جائز طریقے اپنائے۔یہی اس کا حکم ہے"

لہٰذالوگوں کو قرآن کے مندرجہ ذیل پیغام کو ہمیشہ یادرکھنا چاہئے۔ تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا فى الارض ولا فسادا ۔ والعاقبة للمتقين۔

[آخرت کا گھر توہم انہیں لوگوں کے لئے خاص کردیں گے جوزمین پر نہ سرکشی کرناچاہتے ہیں اورنہ فساداور[سچ بھی یوں ہی ہے کہ]پھرانجام پرپیزگاروں ہی کا ہے]

مندرجہ بالا بیان کی رو سے اسلام ایک مکمل سماجی اوراقتصادی نظام عدل وانصاف اور بہترین معاشرہ کی تشکیل اوراس کی حیات کا ضامن ہے۔ دوسروں کے حقوق کی پائمالی اس خیال کے تحت بھی کہ میں خوددوسروں سے بہتر ہوں، منع کی گئی ہے۔ایک حدیث میں وارد ہے کہ

"وہ لوگ جو پاکیزہ ذرائع سے[دیانتدارانہ طور ہی پر سہی] دولت کماتے ہیں

[دوسروں پر فوقیت حاصل کرنے کے خیال سے اور] ڈینگیں مارنے کے لئے [تو ایسے لوگ] اللہ کے غیض و غضب سے دوچار ہوں گے۔"۱۹

امیروں کو دی جانے والی عزت جس کے وہ مستحق نہ ہوں اور اس کے نتیجہ میں مرتب ہونے والے سماجی اور اقتصادی اثرات سے بچنے کی خاطر اسلام اس طرح کے رویہ کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ "لوائے الاخبار" کے حوالے سے ایک حدیث میں وارد ہے کہ

"اللہ کی لعنت ہو اس پر جو امیر کی عزت صرف اس کی دولت کی وجہ سے کرتا ہے [کیونکہ] ایسا رویہ تو ایک منافق کا ہوتا ہے"۲۰

امراء اور غرباء دونوں کو یہ ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ برتری اور عزت تو اس کو حاصل ہوتی ہے جو نیکوکار ہوتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے، اس کے بندوں کے حقوق ادا کرتا ہے۔ یہی تو ہیں وہ لوگ جو عزت کے مستحق ہیں۔ لیکن "اگر امیر فروتنی سے غریب کی عزت کرتا ہے۔ تو [اس کا یہ عمل] اللہ کی برکتوں کا باعث ہے مگر اس سے بھی بہتر ہے یہ عمل کہ امیر کے سامنے غریب اپنی عزت نفس کا خیال رکھے"۲۱

ابوذر غفاری سے بیان کیا ہے کہ "میں نے پیغمبرؐ کے پاس سلمان اور بلال کو آتے دیکھا۔ سلمان پیغمبرؐ کے پائے مبارک کو بوسہ دینے کے لئے جھکے تو آپ نے یہ کہہ کر منع فرمایا کہ اس طرح ان کی عزت نہ کی جائے کیونکہ وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک ہیں۔"

سماجی اور اقتصادی انصاف: احکامات اور اقدامات

حضرت علیؑ نے اپنے ایک مکتوب میں مصر کے نامزد گورنر مالک اشتر کی رہبری یہ کہہ کر کی کہ:

"حق کسی کے خلاف پڑے اس پر حق ضرور نافذ کرنا چاہئے، چاہے تمہارا عزیز

قریب ہو یا غیر، اس بارے میں میں تمہیں مضبوط اور ثواب خداوندی کا آرزومند رہنا ہوگا۔ حق کا وار خود تمہارے رشتہ داروں اور عزیز ترین مصاحبوں ہی پر کیوں نہ پڑے تمہیں خوشدلی سے گوارا کرنا ہوگا...“

آئمہ برحق کی ذمہ داریوں اور محترم افراد کے حقوق کو سمجھنا ہے تو اس واقعہ پر غور کرنا چاہئے کہ ایک بار ایک تاجر عاصم نے حضرت علی علیہ السلام سے اپنے بھائی کی شکایت کی کہ اس نے رہبانیت کی زندگی گزارنا شروع کر دی ہے۔ امام نے اسے سمجھایا۔ اور جب عاصم کا بھائی لاجواب ہو گیا تو اس نے کہا کہ آپ کا لباس بھی تو معمولی ہے اور آپ کی غزا بھی معمولی ہوتی ہے تو امام نے ارشاد فرمایا کہ میری تیری برابری نہیں ہے کیونکہ اللہ نے امام برحق سے عہد و میثاق لے لیا ہے کہ اس کا معیار زندگی عوام سے پست ترین طبقہ کے معیار زندگی کے برابر ہوگا۔ لہٰذا جب تک میں ان کا معیار زندگی بلند نہیں کر لیتا اپنا معیار زندگی نہیں بلند کر سکتا۔ یہ بات رہتی دنیا تک حکمرانوں، وزیروں اور رہبروں کے کانوں سے ٹکراتی رہے گی اور ضمیر انسانی کو ذمہ داریوں کے دریچوں پر نظر رکھنے کو کہتی رہے گی۔

یہ مفلوک الحال اور بے سہارا افراد ہیں جن کے حقوق اکثر پائمال ہوتے رہتے ہیں۔ دراصل کسی بھی نظام حکومت اور منشور کی کامیابی ان کی خوشحالی اور ترقی کی کسوٹی پر بھی پرکھی جانی چاہئے۔ حضرت علی علیہ اسلام نے مالک اشتر کو تحریر فرمایا۔

”پھر اللہ اللہ! ادنیٰ طبقے کے معاملے میں۔ یہ لوگ وہ ہیں جن کا کوئی سہارا نہیں ہے، فقیر مسکین، قلاش، اپاہج۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو ہاتھ نہیں پھیلاتے مگر خود صورت سوال ہیں۔ ان لوگوں کے بارے میں جو فرض خدا نے تمہیں سونپا ہے، اس پر نگاہ رکھنا۔ اسے

تلف نہ ہونے دینا بیت المال میں ایک حصہ ان کے لئے خاص کر دینا۔" ۲۲

"ان میں ایسے بھی ہوں گے جو تمہارے پاس پہونچ نہیں سکتے۔ انہیں نگاہیں ٹھکراتی ہیں اور لوگ ان سے گھن کھاتے ہیں۔ ان کی خبر گیری بھی تمہارا کام ہے، ان کے لئے بھروسے کے آدمیوں کی خدمات خاص کر دینا مگر یہ آدمی ایسے ہوں جو خوف خدا رکھتے ہوں اور دل کے خاکسار ہوں۔ یہ لوگ ان بے کسوں کے معاملات تمہارے سامنے لایا کریں اور تم وہ کرنا کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے تمہیں شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ یاد رکھو رعایا میں ان غریبوں سے زیادہ انصاف کا مستحق کوئی نہیں ہے۔" ۲۳

ملک میں انصاف قائم کرنے والے افراد کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ ان کے اوصاف لیاقت اور استعداد کو مد نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ لہٰذا حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشتر کو یہ بھی لکھ بھیجا کہ:

"پھر ملک میں انصاف قائم کرنے کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب کرنا جو تمہاری نظر میں سب سے افضل ہوں، ہجوم معاملات سے تنگ دل نہ ہوتے ہوں۔ اپنی غلطی پر اڑے رہنا ہی ٹھیک نہ سمجھتے ہوں اور حق کے ظاہر ہونے کے بعد باطل سے چمٹے نہ رہتے ہوں۔ طماع نہ ہوں۔ اپنے فیصلوں پر غور کرنے کے عادی ہوں۔ فیصلے کے وقت شکوک و شبہات پر رکنے والے ہوں۔ صرف دلائل کو اہمیت دیتے ہوں۔ مدعی اور مدعا علیہ سے بحث میں اکتا نہ جاتے ہوں۔ واقعات کی تہہ تک پہنچنے سے جی نہ چراتے ہوں۔ اور حقیقت کھل جانے پر اپنے فیصلے میں بے باک اور بے لاگ ہوں۔ یہ ایسے لوگ ہوں جنہیں نہ تعریف بے خود کر دیتی ہو، نہ چاپلوسی ہی مائل کر سکتی ہو" ۲۴

اس کے علاوہ اسود بن قطبہ، حاکم حلوان [ایران] کے نام ایک مکتوب میں آپ

نے اسے ہدایت کی کہ

"اگر حاکم اپنی خواہشوں پر چلنے لگے تو بہت سا انصاف اس سے رہ جائے گا۔ تمہیں ایسا ہونا چاہئے کہ حق مین سب لوگ تمہارے سامنے برابر رہیں۔ ناانصافی میں انصاف کا کوئی عیوضی نہیں ہو سکتا۔ تم ان تمام باتوں سے پرہیز کرو جو تمہیں دوسروں میں بری معلوم ہوں اور خدا نے جو کچھ تم پر فرض کر دیا ہے حتی المقدور اسے انجام دیتے رہو۔" ۲۵

سرکاری رقوم کی خرد برد اور اس کے غلط استعمال سے سماجی اور اقتصادی ڈھانچے کا تانہ بانہ ٹوٹ جاتا ہے، بے ایمانی اور غیر دیانتدارانہ رویہ معاشرہ میں ناانصافی کو بڑھاوا دینے لگتا ہے۔ سارا انظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور خود حکومت بدنام ہو جاتی ہے۔ لہٰذا حکمرانوں اور وزیروں اور افسران کو ذمہ دارانہ طور پر معاشرہ میں امن وامان کو قائم رکھنے کے لئے اور حقوق کے تحفظ کی خاطر عدل وانصاف کو قائم ودائم رکھنا چاہئے تب ہی خوشحالی اور آزادی کی ضمانت دی جا سکتی ہے۔ حضرت علیؑ نے اشعث ابن قیس کو تحریر کیا کہ

"تمہارا یہ عہدہ کوئی خوان نعمت نہیں ہے بلکہ تمہارے گلے میں امانت ہے اور تم بالادست حاکم کے سامنے جواب دہ ہو۔

تمہارے ہاتھ میں جو مال ہے وہ خدا کا ہے، تم اس کے خزانچی ہو۔" ۲۶

اسی طرح زیادہ ابن ابیہ کے نام ایک خط میں امانتداری کی تاکید یہ کہہ کر کی کہ:

"میں قسم کھاتا ہوں اللہ کی سچی قسم کہ مسلمانوں کے مال میں تیری ذرا سی خیانت بھی سن لوں گا تو ایسی سختی سے پیش آوں گا کہ تو بے سر وساماں ہو کر رہ جائے گا۔" ۲۷

انصاف قائم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ افسران اعلیٰ سماجی ڈھانچے کو رشوت ستانی کی آگ سے محفوظ رکھیں اور امراء اور روساء کی چالوں میں نہ آئیں۔ ان کی

[بے جا] دعوتوں میں شریک نہ ہوں۔ کیونکہ اثر رسوخ پیدا کرنے کی غرض سے دعوتیں سماجی اور اقتصادی انصاف پر ضرب کاری لگاتی ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا کہ عثمان بن حنیف انصاری گورنر بصرہ [عراق] نے ایک معمولی شخص کی دعوت قبول کرلی تو آپ نے انہیں لکھ بھیجا۔

"... مجھے معلوم ہوا کہ بصرہ کے ایک بے فکرے نے تمہیں دعوت دی اور تم دوڑ پڑے۔ قسم قسم کے کھانے تھے۔ تم مزے لے لے کے کھاتے تھے۔ اور تمہارے آگے قابوں پر قابیں بڑھائی جارہی تھیں۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ تم ایسے لوگوں کی دعوت قبول کروگے جن کے دروازے پر محتاج دھتکارے جاتے ہیں اور جن کے دستر خوان پر صرف مالدار بلائے جاتے ہیں۔" ۲۸

مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں یہ بھی ضروری ہے کہ اس طرح کے احکام نافذ کرنے والے افسران بالا یا حکمرانوں کے الفاظ خود اعمال پر مبنی ہوں۔ حضرت علیؑ کی زندگی اور ان کے اقدامات "اعمال اور اقوال پر غور کریں تو ان میں کسی طرح کا کوئی تضاد نظر نہیں آئے گا۔ ایک بار آپ انبار سے مع اپنے لشکر کے گزر رہے تھے۔ عوام اور خواص ہی نے بڑھ کر انہیں خوش آمدید کہا۔ انہوں نے لشکر کے لئے گھوڑے دینے اور خود لشکر کی ضیافت کی پیشکش کی۔ حضرت علی علیہ السلام نے یہ کہہ کر منع فرمایا: "جب تم نے اپنے ٹیکس ادا کردئے ہیں [تو] اس کے علاوہ تم سے کسی زائد وصولی ہر چند کہ تم خود سے اسے دینے کے لئے تیار ہو' حکومت کے تئیں ایک جرم [کے مانند] ہے۔" مگر جب پیشکش کرنے والوں نے اصرار کیا تو حضرت علیؑ نے ان کے گھوڑوں کو [پیشگی] ٹیکس کی صورت میں لینے کی منظوری عطا کردی اور ضیافت پر ان کے اخراجات کی ادائیگی جہاد فنڈ سے

کر دی"

انصاف کی تمام تر تفصیلات کے ساتھ ساتھ حضرت علی علیہ اسلام نے یہ بھی بیان کیاہے کہ [اے مالک اشتر] "کسی [بھی] ملک کی بربادی اور زبوں حالی کی اصل وجہ اس کے عوام کی غربت ہوتی ہے [اور] عوام کی غربت کی اصل وجہ اس کے حکمرانوں اور افسران کی [وہ] ہوس ہوتی ہے جس کی رو سے وہ دولت اور املاک اکٹھا کرتے ہیں چاہے وہ جائز طریقوں سے حاصل ہو یا ناجائز طریقوں سے]"

حضرت علی علیہ اسلام کا نظریۂ عدل وانصاف قرآنی الفاظ رب العالمین اور ان کے معنی سے ہم آہنگ اور عین مطابق تھا۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ غیر مسلم رعایا کو ایک عہدیدار سے اس کے سخت گیر رویہ کی وجہ سے شکایت ہے تو آپ نے لکھ بھیجا:

"تمہارے علاقہ کے زمینداروں نے تمہاری سختی سنگ دلی، تحقیر، بے پروائی کی شکایت کی ہے۔ تم ایسا کرو کہ ان کے لئے نرمی کا لباس پہن لو..."

۱۹۰۳ء میں اہم دستاویز اردبیلی [آمیز ربائیجا] میں روسیوں کو دستیاب ہوئی یہ حضرت علی علیہ السلام کا ایک فرمان ہے جس کی رو سے آرمینائی عیسائیوں کو ان کی زندگی، املاک، غربت سماجی حیثیت اور مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی تھی اور افسران کو تاکید کی گئی تھی کہ ان سے کسی طرح کی سختی اور نازیبا سلوک محض اس وجہ سے نہ کیا جائے کہ وہ غیر مسلم ہیں۔

ایک صحت مند معاشرہ کی تشکیل اور اسکو جاری وساری رکھنے کے لئے یہ اشد ضروری ہے کہ حکمراں اور افسران اور عدلیہ سبھی دیانتداری سے کام کریں اور کسی طرح کے تعصب کے شکار نہ ہوں۔ تب ہی ملک میں انصاف قائم ہو سکتا ہے جیسا کہ بیان کیا جاچکا

ہے عدلیہ اور افسران کی تقرری نہایت ہی احتیاط اور غور وغوض کے ساتھ کی جانی چاہیے۔ حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشتر کو مصر کا گورنر بنایا تو اسی امر کی ہدایت فرمائی تھی۔

عدل اور انصاف پر قائم معاشرہ کے قیام اور استحکام کیلئے حضرت علیؑ حق وانصاف پر کتنا زور دیتے تھے 'اسبرن [OSBORNE] سے سنئے رائے دینے والوں نے علیؑ کو سمجھایا کہ بددیانت گرزوں کو جنہیں ان سے پہلے مقرر کیا گیا تھا اس وقت تک یہ برطرف نہ کریں جب تک ان کی پکڑ خود اپنے دشمنوں پر مضبوط ہو جاوے [مگر] اسلام کے اس علمبردار نے کبھی سمجھوتہ نہ کرنے والے [علیؑ] نے غلط کے مرتکب ہونے سے انکار کر دیا۔ اس شریفانہ اقدام کی قیمت انہیں اپنی حکومت اور خود ان کی جان دے کر ادا کرنی پڑی مگر علیؑ ایسے تھے جو کبھی بھی حق وانصاف سے بالاتر کسی چیز کو نہ گردانتے تھے۔"۲۹

یقیناً علیؑ ابن ابی طالب جو مومنین کے امیر اور اسلام کے ایک مثالی عادل حکمراں تھے، ایسے تھے جو سماجی واقتصادی عدل وانصاف بہم پہونچاتے تھے اور اسے عام کرنے پر زور دیتے تھے۔

حوالے :

۱۔ آیت.... محمد باقر الصدر دی اسلامک اکونامی [اقتصادی نا] ترجمہ 'سروش، نمبر ۳' مئی ۱۹۸۱' تہران، اسلامی جمہوریہ ایران

۲۔ ایضاً صفحہ ۳۳

۳۔ ایضاً صفحات ۳۵۔۳۴

۴۔ آیت... خمینی اسلامی جمہوریہ ایران کے یوم تاسیس بر تقریر' ۳/اپریل ۱۹۷۹

۵۔ النساء' آیت ۱۳۵

۶۔ القصص۔ آیت ۷۷

۷۔ نہج البلاغہ [اُردو] احباب پبلشرز' لکھنؤ' قول ۱۱۹' صفحہ ۶

٨۔ایضاً صفحہ ٦٧٧
٩۔القصص' آیت٧٨
١٠۔ نہج البلاغہ [اُردو] قول٢٩٧' صفحہ ٩٦٨
١١۔الحجرات آیت٢٠-١٩
١٢۔ نہج البلاغہ [اُردو] قول٣٨٨ صفحہ ٩٨٨
١٣۔بقرہ آیت ١٩٨
١٤۔ طہٰ آیت٨١
١٥۔ نہج البلاغہ [اُردو] قول٢٣٢ صفحہ ٩٤٩
١٦۔التغابن آیت١٠
١٧۔النساء آیت٢٩
١٨۔القصص آیت٨٣
١٩۔اصول کافی جلد٢ صفحہ ٣٠٧
٢٠۔ایضاً صفحہ ٣٧٨
٢١۔ بحارالانوار
٢٢۔ نہج البلاغہ اردو صفحہ ٨٣٤
٢٣۔ایضاً صفحہ ٨٣٥
٢٤۔ایضاً صفحات ٨٣٠-٨٢٩
٢٥۔ایضاً صفحہ ٨٤٩
٢٦۔ایضاً صفحہ ٧٣٠
٢٧۔ایضاً صفحہ ٧٤٦
٢٨۔ایضاً صفحہ ٨٠٤
29.ISLAM UNDER THE PROTECTION OF ARABS

☆☆☆☆